ڈاکٹر شبنم نیاز

استاد شعبہ اُردو

گورنمنٹ کالج وومن یونیورسٹی، سیالکوٹ

تدوینِ گلزارِ نسیم از رشید حسن خان

Masnavi "Gulzar-e-Naseem" is the famous masnavi of Pandit Diya Shankar Naseem. Rasheed Hassan Khan edited it and it published in 1995. Rasheed Hassan Khan is a well known reasearcher, Critic and editor of subcontinent. His research takes into account multiple areas but the articale particularly put forward the undrestanding of editing Gulzar-e.Naseem. In the article Dr. Shabnam Niaz has supported the version of regarding her review on Gulzar-e-Naseem. She has presented on overview of editing of masnavi Gulzar-e-Naseem. In the article she has used references from the different researchers to justify review of Tadwen-e- Gulzar- e- Naseem.

تدوین کی مختصر تعریف:

"تدوین عربی زبان کا لفظ ہے جو فارسی اور اُردو میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے تدوین کے معنی فارسی زبان میں

"جمع مدون و تالیف کردن"(۱)

کے ہیں۔

نورالغات میں تدوین کے معنی کچھ یوں ہیں:

"جمع کرنا، مرتب کرنا"(۲)

یعنی تدوین متفرق اجزاء کو اکٹھا کر کے ان کی شیرازہ بندی کرنا ہے۔تدوین کا مقصد متن کو منشائے مصنف کے مطابق پیش کرنا ہے۔ ہندو پاکستان کی ادبی تحقیق میں تحقیق کی دو صورتین ملتی ہیں۔ایک قدیم متون کی تصحیح و ترتیب اور دوسری حقائق کی بازیافت اور انکی تفہیم تحلیل۔ہم اس کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ تحقیق حقائق کی بازیافت ہے اور تدوین تصحیحِ متن کی بازیافت۔

تدوین میں متن کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ہمارے قدیم متون میں تصرفات اور تحریفات بہت ہوئے ہیں اور اس کے بہت سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے منشائے مصنف تک پہنچنا خاصا دشوار ہے۔مگر اُردو کے مدونین نے اِس سلسلے میں نہایت عرق ریزی سے تدوین کے اصول مرتب کیے اور تدوینِ متن کی ذمہ داری کو بطریق احسن نبھایا ہے۔

بیسویں صدی کے نصف اوّل میں اردو تحقیق کی طرف زیادہ توجہ دی گئی۔اس مختصر عرصہ میں زمانے کے بعد اُردو تحقیق و تدوین میں وہ کام شروع ہوا جس اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔اردو کے نامور محققین نے تحقیق کے ساتھ ساتھ تدوین میں بھی نمایاں کام کیا۔

رشید حسن خاں کا نام بھی ایسے ہی مدونین کی فہرست میں آتا ہے۔جنھوں نے نا صرف تحقیق بلکہ تدوین میں بھی آنے والے لوگوں کے لیے نئی راہیں متعین کیں۔رشید حسن خاں نقاد، محقق، مدون اور ماہر املا و قواعد کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔اُن کے تدوینی کارنامے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔انھوں نے تدوینی اصولوں پر عمل کر کے انھیں معتبر کر دیا۔اپنے تدوینی کاموں کے ذریعے انھوں نے تدوینی اصولوں کو متعارف کروایا۔

رشید حسن خاں کے نزیک تحقیق اور تدوین بجائے خود دو مستقل موضوع ہیں۔انھوں نے اس حوالے سے شعبہ تدوین کے متعلق کئی مضامین میں اپنے نظریات پیش کرتے ہوئے بار ہا یہ واضح کیا ہے کہ تدوین کا مقصد متن کو مصنف کے مقصود کے مطابق پیش کرنا ہے اور یہ کہ اس کی اولین صورت کیا تھی۔وہ لکھتے ہیں: ”ہر صُورت میں اشاعتِ اوّل کو متن کی بنیاد بننا چاہیے۔“ ۳؎کیونکہ جو قدیم متون ہمارے سامنے آتے ہیں وہ اکثر کئی سو سال پرانے بھی ہوتے ہیں ان میں عہد بہ عہد بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔الحاق، تحریف اور ترمیم کی وجہ سے کوئی تحریر قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتی۔یہ جانے بغیر کہ تحریر ہر طرح کے سقم سے پاک ہے ہ اس کے بارے میں کوئی بھی حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے اس سِلسلے میں رشید حسن خاں کا کہنا ہے:

”تدوین کا یہ مُسلّمہ اصول ہے کہ کسی متن کے جتنے اہم نسخے ممکن الحصول ہوں، اُن سب سے استفادہ کیا جائے اس کے بغیر تدوین کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔یہ صبر آزما کام ہے۔۔۔“(۴)

رشید حسن خاں کا یہ کارنامہ بہت بڑا ہے کہ انھوں نے تحقیق اور تدوین جو ادب کے الگ الگ شعبے ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں اپنے تدوینی کاموں کے ذریعے ان کی اپنی اپنی خصوصیات اور تقاضوں کو واضح کیا ہے۔ان کی نثری داستانوں کی تدوین ادب میں اُن کا بڑا کارنامہ ہے۔رشید حسن خاں لکھتے ہیں کہ جب تدوین کے سلسلے میں کتابوں کی فہرست بنائی گئی تو اِس میں چھے کتابوں کو شامل کیا گیا۔ فسانۂ عجائب، باغ و بہار، مثنوی گلزارِ نسیم، مثنوی سحرالبیان، نو طرزِ مرقع اور قصائد سودا کا مجموعہ۔

اس سلسلے کی جب پہلی دو کتابیں فسانۂ عجائب اور باغ و بہار سامنے آئیں تو اُنھیں بہت پذیرائی ملی۔اس کے بعد گلزارِ نسیم کی تدوین کی، یہ بھی بے حد پسند کی گئی۔گلزارِ نسیم کی تدوین کے بعد چھے کتابوں کی فہرست میں ”غرائب اللغات“ کا بھی اضافہ کر لیا گیا۔فہرست کے مطابق مندرجہ ذیل کتب کی تدوین مکمل ہو چکی ہے۔

- ☆ فسانۂ عجائب　۱۹۹۰ء
- ☆ باغ و بہار　۱۹۹۲ء
- ☆ گلزارِ نسیم　۱۹۹۵ء
- ☆ مثنویات شوق　۱۹۹۸ء

یہ تصانیف دہلی سے شائع ہوئیں اور اب پہلی تین کتب لاہور سے بھی شائع ہو گئی ہیں۔

گلزارِ نسیم:

تدوین میں متن کے ایک ایک لفظ کی اہمیت ہوتی ہے اور بعض الفاظ تو متن کی تفہیم اور معنی مقصود تک رسائی کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔رشید حسن خاں نے اپنی ان کتابوں میں متنی تدوین کے تمام اصولوں کو بڑی مہارت محنت اور چابکدستی سے برتا ہے۔گلزارِ نسیم، بھی ان کے تدوینی کاموں کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے جس میں انھوں نے اپنے پیش کردہ تمام تدوینی اصولوں اور نظریات پر سختی سے عمل کیا ہے۔

فورٹ ولیم کالج کی مطبوعہ فہرست میں یہ قصہ شامل ہے۔جس کے مطابق یہ تصنیف مذہبِ عشق، (گل بکاؤلی) کے نام سے ۱۸۰۴ء

میں اُردو میں نہال چند لاہوری کے نام سے ۳۷ نمبر پر ہے۔

گلزارِ نسیم مرتبہ رشید حسن خاں ۱۹۹۵ء میں نئی دہلی سے انجمن ترقی اُردو (ہند) نے شائع کی۔فسانۂ عجائب اور باغ و بہار کی طرح گلزارِ نسیم بھی تدوین کا شاہکار ہے۔اس کا انتساب رشید حسن خاں نے ڈاکٹر نیئر مسعود رضوی کے نام کیا ہے۔۷۲۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب تدوین کے تمام تقاضوں کو پورا کرتی ہوئی پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

اِس کا پیش لفظ خلیق انجم صاحب نے لکھا ہے۔جس میں انھوں نے رشید حسن خاں کی تدوینی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں اُردو کے اعلیٰ ترین محققوں اور متنی نقادوں میں شمار کیا ہے۔

گلزارِ نسیم کی ابواب بندی "باغ و بہار" کی طرز پر ہی کی گئی ہے۔

مقدمۂ مرتب	۱۱ تا ۱۴۷	۱
گلزارِ نسیم کا متن	۱۵۲ تا ۲۳۶	۲
ضمیمہ، تشریحات	۲۳۷ تا ۵۲۰	۳
ضمیمہ، تلفظ و اِملا	۵۲۱ تا ۵۵۰	۴
فرہنگ	۵۵۱ تا ۶۰۲	۵
فارسی متن	۶۰۳ تا ۷۲۴	۶

مقدمہ مرتب میں تمہید کے عنوان سے رشید حسن خاں نے قصہ "گُل بکاؤلی" کے منظوم ہونے تک کے پس منظر کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔اس تمہید میں پنڈت دیا شنکر نسیم کی فنی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے مثنوی کے اوصاف کو بہت تفصیل سے پیش کیا ہے۔تمہید میں قصے کی تمام تر تفصیلات کو جزئیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔مثنوی کے تمام فنی لوازم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'سحر البیان' اور 'گلزارِ نسیم' اُردو کے دو مختلف اسالیب کے نمائندے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ گلزارِ نسیم کی ادبی اور نصابی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فورٹ ولیم کالج کے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی دلچسپی کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔گلکرسٹ کی نظروں میں اس کی اہمیت واضح کرتے ہوئے رشید حسن خاں نے اس کا دیگر قصوں کے ساتھ موازنہ کیا ہے اور اس کا بہترین تجزیہ کیا ہے۔اس قصے کا محلِ وقوع بہت تفصیل سے دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ حواشی میں کئی حوالوں کے ساتھ وضاحت پیش کر دی گئی ہے۔قصے کے اجزائ، تمثیلی انداز، سالِ تصنیف اور قصے کی قدیم ترین روایت پر بھی بحث ہے۔

رشید حسن خاں لکھتے ہیں---

"اصل قصہ فارسی نثر میں تھا۔گل کرسٹ کی فرمایش پر منشی نہال چند لاہوری نے اُس کا اُردو نثر میں ترجمہ کیا، جس کا تاریخی نام "مذہبِ عشق" ہے۔اِس قصے نے بہت شہرت پائی---" (۶)

قصے کی قدیم ترین تحریری روایت کے متعلق رشید حسن خاں لکھتے ہیں--

"اب تک کی معلومات کے مطابق اِس قصے کی ایسی قدیم ترین تحریری روایت، جس کے متعلق ضروری تفصیلات معلوم ہوں، وہ عزت اللہ بنگالی کا فارسی متن ہے۔۔۔"(۷)

متن کی قدیم ترین تحریری روایت کی بحث کو سمیٹتے ہوئے انھوں نے اِس قصے کی زمانی ترتیب بھی پیش کر دی ہے۔اور یہ ترتیب اندازوں، اُدھورے بیانات اور نامکمل حوالوں پر مشتمل نہیں ہے بلکہ ٹھوس شواہد اور گہرے غور و فکر کا نتیجہ ہے۔رشید حسن خاں کے مطابق زمانۂ تصنیف گلزارِ نسیم تک کچھ اِس طرح ہے۔۔۔

۱۔ عزت اللہ بنگالی کا فارسی متن]۱۷۲۰ء سے ۱۷۳۰ء تک کسی وقت۔]

۲۔ ریحان کی اُردو مثنوی]۱۲۱۱ھ/۹۸۔۱۷۹۷ئ]

۳۔ مذہبِ عشق]فارسی متن ترجمہ اُردو نثر میں از نہال چند لاہوری، ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ئ]

۴۔ گلزارِ نسیم]دیا شنکر نسیم لکھنوی، ۱۲۵۴ھ/۳۹۔۱۸۳۸ئ[(۸)

رشید حسن خاں نے عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کے بارے میں یہ سوال اُٹھایا ہے کہ کیا اُن کا فارسی متن ترجمہ ہے؟ کیونکہ اس سلسلے میں مختلف محققین اور ناقدین کی مختلف آرا ملتی ہیں۔مثلاً خان رشید صاحب اپنی کتاب "اُردو کی تین مثنویاں" میں گلزارِ نسیم کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ یہ عزت اللہ کی فارسی داستان ہے جسے نسیمؔ نے منظوم کیا۔وہ لکھتے ہیں:

"گلزارِ نسیم میں جس داستان کو نظم کیا گیا ہے وہ ایک مشہور قصہ ہے جسے عزت اللہ بنگالی نے ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء میں فارسی میں لکھا تھا۔"(۹)

مزید لکھتے ہیں:

"۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء میں نہال چند لاہوری نے "مذہب عشق"کے نام سے اُردو میں اس کا ترجمہ کیا اور یہی ترجمہ دراصل مثنوی گلزارِ نسیم کی اصل ہے۔"(۱۰)

یعنی خان رشید صاحب کے مطابق عزت اللہ کی داستان کا متن فارسی میں تھا اور یہ کسی کا ترجمہ نہیں۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر گوپی چندر نارنگ "ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں" میں لکھتے ہیں۔

"دیا شنکر نسیم (۱۸۱۱ئ۔۱۸۴۳ئ) کی مثنوی گلزارِ نسیم، گُل بکاؤلی کے مشہور قصے پر مبنی ہے۔اس قصے کی اصل کے بارے میں بہت کم معلوم ہے۔" (۱۱)

وہ اس بات کے حق میں ہیں کہ ایرانی داستانوں سے ملتے جلتے واقعات کی موجودگی میں اس قصے کو ہندوستانی الاصل قرار دینا ادبی تحقیق کے خلاف ہے۔بعد ازاں انھوں نے اِس سلسلے میں اصغر گونڈوی]یاد گارِ نسیم[اور عبد القادر سروری کی اس تحقیق سے اختلاف کیا ہے کہ یہ ہندستانی الاصل ہے۔وہ اس کے فارسی نسخے کے متعلق لکھتے ہیں:

"ایتھے کا بیان ہے کہ عزت اللہ بنگالی نے قصہ گل بکاؤلی اپنے ایک دوست محمد کی فرمایش پر 'ہندستانی زبان' سے فارسی میں منتقل

کیا۔۔۔" (۱۲)

یعنی ایچھے کے بیان کے مطابق یہ قصہ ہندستانی زبان میں تھا اور اسے عزت اللہ نے فارسی میں منتقل کیا۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ایچھے کے بیان کو اسی طرح پیش تو کر دیا مگر اس سلسلے میں کوئی حتمی نتیجہ نہیں نکال پائے کہ یہ اُن کے خیال میں ترجمہ ہے یا نہیں؟ محسوس یہی ہوتا ہے کہ انھیں ایچھے کی تحقیق سے سو فی صد اتفاق ہے کہ یہ ہندستانی زبان سے فارسی میں منتقل کیا گیا۔عزت اللہ کے فارسی نسخے کے علاوہ انھوں نے دو مزید فارسی نسخے بھی درج کیے ہیں۔

"گل بکاؤلی از عزت اللہ بنگالی ۱۱۳۴ھ

مثنوی رفعت (قصہ گل بکاؤلی(

مثنوی از فرحت (اواخر بارھویں صدی ہجری)" (۱۳)

اصغر حسین خان نظیری لدھیانوی'مثنوی گلزارِ نسیم' میں لکھتے ہیں:

"انھوں نے ۱۸۳۸ء میں میر حسن کی مثنوی "بدر منیر" کے جواب میں "مثنوی گلزارِ نسیم" لکھی۔۔۔" (۱۴)

اصغر حسین صاحب نے بھی نسیمؔ کے اپنے تحریری بیان کو ہی بنیاد مانتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"گل بکاؤلی کا قصہ جیسا کہ نسیمؔ نے مثنوی کے آغاز میں اعتراف کیا ہے نثر میں پہلے سے موجود تھا۔نسیمؔ نے اسے مثنوی میں بیان کر دیا۔" (۱۵)

اصغر حُسین صاحب نے اِس سلسلے میں یہ وضاحت نہیں کی کہ اس قصے کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ اس کا اساسی متن کیا ہے؟ آیا وہ فارسی زبان میں ہے یا ہندستانی زبان میں؟ ایرانی قصے پر مبنی ہے یا ہندستانی الاصل؟

ایک اوررائے ہم ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی بھی اس سلسلے میں دیکھتے ہیں۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"مثنوی گلزارِ نسیم دیا شنکر نسیم نے قصہ "گل بکاؤلی"کو نظم کا جامہ پہنایا ہے۔یہ قصہ طبع زاد نہیں ہے۔بلکہ پہلے سے اُردو میں موجود تھا۔جیسا کہ خود نسیم کے ان اشعار سے ظاہر ہے۔

قصہ یہ سُنایا گیا ہے اکثر

اُردو کی زبان میں سخنور

وہ نثر ہے دادِ نظم دُوں میں

اِس مے کو دو آتشہ کروں میں(۱۶)

ان کے خیال میں نسیم نے اُردو کے جس نثری قصے کا ذکر کیا ہے وہ بظاہر نہال چند لاہوری کا معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ نسیم سے پہلے نہال چند کے قصے کے سِوا گل بکاؤلی کا کوئی قصہ اردو میں نہیں ملتا۔نہال چند نے ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء میں جان گلکرائسٹ کے حکم سے اُردو نثر میں منتقل کیا اور "مذہبِ عشق" نام رکھا۔اسے ہندی میں تالیف کیا گیا اس قصے نے بہت شہرت پائی۔مذہب عشق کے خطی نسخے اچھی خاصی تعداد

میں ملتے ہیں۔صرف خدا بخش لائبریری میں اس کے خطی نسخے ہیں۔نسیم نے ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء میں اِسے اُردو میں منتقل کیا۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری، عزت اللہ کے فارسی متن کے متعلق لکھتے ہیں:

"مذہبِ عشق دراصل عزت اللہ بنگالی کی فارسی تالیف کا ترجمہ ہے۔اب تک عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ قصہ گل بکاؤلی ابتداً فارسی میں تھا اور اسے ۱۱۳۴ھ میں عزت اللہ بنگالی نے اپنے ایک دوست نذر محمد کی علالت کے زمانے میں اس کا دل بہلانے کے لیے ترتیب دیا تھا۔" ۱۷

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس سلسلے میں "گارساں دتاسی" کی "تاریخ ادب ہندوستانی" کا بھی حوالہ دیتے ہیں کہ اس کی تحقیق کے مطابق عزت اللہ بنگالی کا قصہ فارسی ترجمہ ہے۔وہ "گارساں دتاسی" کا بیان اس طرح سے لکھتے ہیں :

"توپ خانہ لکھنؤ میں اس قصے کے متعلق ایک قدیم دکنی قصہ بھی ملتا ہے۔دکنی قصہ ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۵ء میں لکھا گیا ہے اس قصے میں ۱۳۰ صفحات اور ہر صفحے پر پندرہ سطریں ہیں۔"(۱۸)

وہ کہتے ہیں کہ اگر "گارساں دتاسی" کی بات کو درست مان لیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ" گل بکاؤلی" کا قصہ ابتداً دکنی میں لکھا گیا اور اس کے بعد عزت اللہ بنگالی نے اسے فارسی میں ترجمہ کیا۔

یعنی ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے بھی اِس پر اپنے طور پر کوئی حتمی رائے نہیں دی انھوں نے بھی یہ معاملہ "گارساں دتاسی کے بیان پر چھوڑ دیا ہے یہ ثابت نہیں کیا کہ عزت اللہ کا فارسی متن ترجمہ ہے یا نہیں۔مگر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گارساں دتاسی کے حوالوں سے متاثر ہیں اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا کوئی قصہ ۱۱۳۴ء میں پہلے بھی موجود تھا۔ایسا کوئی نسخہ موجود ضرور ہے جو دکنی میں لکھا گیا۔مگر یہ نسخہ نایاب ہے۔

خان رشید صاحب، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، اصغر حسین خان اور نظیر اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب کی آراء مختلف ضرور ہیں مگر ان سب کا ایک مثنوی گلزارِ نسیم کے متعلق اس بات پر اتفاق ہے کہ گلزارِ نسیم گل بکاؤلی کے مشہور قصے پر مبنی ہے۔اس قصے کی اصل کے بارے میں بہت کم معلوم ہے۔اس میں جس داستان کو نظم کیا گیا ہے وہ ایک مشہور قصہ ہے۔

عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کے بارے میں یہ واضح نہیں ہو سکا کہ یہ فارسی متن ترجمہ ہے؟ متن کے سلسلے میں تمام سابقہ معلومات کو جانچ پرکھ کر مستند حوالوں کے ساتھ اس کے نتائج بیان کرنا ہی اصل تدوین ہے مگر عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کے متعلق نتائج غیر واضح ہیں۔

گلزارِ نسیم مرتبہ رشید حسن خاں میں یہ بحث صفحہ نمبر ۵۶ پر ملتی ہے انھوں نے گلزارِ نسیم کی تدوین کرتے ہوئے یہ سوال اُٹھایا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لاتے ہوئے معتبر و مستند حوالوں کے ساتھ اس بحث کو سمیٹا ہے۔انھوں نے عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کے سلسلے میں کتاب خانہ برلن، انڈیا آفس لائبریری لندن، ایشیا ٹک لائبریری کلکتہ اور خدا بخش لائبریری پٹنہ کے فہرست نگاروں کی تحقیق کو سامنے رکھتے نتائج اخذ کیے ہیں۔

کتاب خانہ برلن کے مطابق ”یہ قصہ ہندستانی ہے، اِس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔“۱۹

انڈیا آفس لائبریری لندن کے مطابق:

"A love story of taju'l Muluk and Bakawali, translated from Hindustani into persian ca. 1134/1722 by 'IZZAT'UL'-LAH Bangali."(۲۰)

(ایضاً)

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے مطابق:

"Bakawali

The story of prince Taj-almuluk, Bakawali and her rose, translated from Hindustani into persian by Shaikh "Izzat-Allah Bangali, who had commenced this story in or before A.H 1134 (A.D.1722)." (۲۱)

کتاب خانہ، خدا بخش پٹنہ کے فہرست ساز مولوی، عبدالمقتدر خاں نے اسے ذرا وضاحت سے لکھا ہے:

"It would appear from the preface that the author translated this work from Hindustani." (۲۲)

ان تمام فہرست نگاروں نے عزت اللہ کے فارسی مخطوطے کو سامنے رکھتے ہوئے جو اپنی آراء دی ہیں ان سے ہم جو نتائج نکالتے ہیں اُن کے مطابق:

”قصہ اصلاً ہندستانی ہے اوراس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے تاج الملوک اور بکاؤلی کی کہانی ہندستانی سے فارسی زبان میں عزت اللہ بنگالی نے ترجمہ کی۔ مصنف نے اسے ہندستانی سے ترجمہ کیا وغیرہ۔“(۲۳)

رشید حسن خان ان فہرست نگاروں کی تحقیق سے یہ مفہوم لیتے ہیں کہ مثنوی گلزار نسیم کا نثری قصہ پہلے سے ہی مقبول تھا مگر اس کی نثر معمولی درجے کی ہے۔ یہ قصہ تحریری طور پر موجود نہیں تھا جس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا بلکہ یہ ایک معروف قصہ تھا جسے سُن کر فارسی میں تحریر کیا گیا۔ اِس سلسلے میں اب تک کوئی قدیم روایت سامنے نہیں آئی۔ جب تک کوئی قدیم روایت سامنے نہیں آتی اِسی پر اکتفا کرنا پڑے گا۔

انھوں نے اس سلسلے میں تمام مستند حوالوں کو جانچ پرکھ کر نتائج اخذ کیے ہیں اور یہ ہی اصل تدوین ہے۔

پنڈت دیا شنکر نسیمؔ کے حالاتِ زندگی:

نسیمؔ کے حالاتِ زندگی کے متعلق زیادہ تفصیل تو دستیاب نہیں ہے مگر رشید حسن خاں نے نسیمؔ سے متعلق تمام تحریروں کو جمع کر کے حالاتِ زندگی، نام تخلص، تعلیم، روزگار وغیرہ کے تحت ایک مفصل خاکہ پیش کیا ہے۔ پنڈت دیا شنکر نسیمؔ نواب سعادت علی خاں کے عہد میں ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں گنگا پرشاد کول کے ہاں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد لکھنؤ کے ایک معزز کشمیری خاندان کے رکن تھے۔ نسیمؔ کی تاریخ ولادت کے متعلق کم و بیش ہر ایک کے بیانات ایک جیسے ہیں مگر رشید حسن خاں نے سن ولادت سے متعلق کافی معلومات اکٹھی کرنے کے بعد ۱۸۱۱ء اور مقام لکھنؤ ہی پیش کیا ہے۔

اس سلسلے میں انھوں نے چکبستؔ کا ایک مضمون جو کشمیر درپن کے شمارہ فروری میں "پنڈت دیا شنکر کول نسیمؔ" کے عنوان سے شائع ہوا اور دوسرا ایک اور مفصل مضمون جو اس کے بعد "مقدمہ گلزارِ نسیم" کے طور پر سامنے آیا، کا حوالہ دیتے ہوئے تفصیلاً حالاتِ زندگی پیش کیے ہیں۔وہ لکھتے ہیں کہ پنڈت دیا شنکر کول نسلاً کشمیری پنڈت تھے ، والد کا نام تھا پنڈت گنگا پرشاد کول، وطن لکھنؤ تھا، نسیمؔ تخلص تھا اور آتش کے شاگرد تھے۔

اس حوالے کے ساتھ انھوں نے کلب علی خاں نادر صاحب کے لکھے ہوئے مضمون کا حوالہ بھی دیا ہے جو چکبستؔ سے پہلے لکھا گیا۔یہ معلومات انھوں نے تذکرہ نادر (مرتبہ مسعود حسن رضوی، ص:۱۲۴) سے حاصل کیں ہیں جس میں وہ لکھتے ہیں:

"نسیمؔ، پنڈت دیا شنکر، اہلِ خطہ، ولد گنگا پرشاد، ساکنِ لکھنؤ، صاحبِ مثنوی گلزارِ نسیم، شاگرد خواجہ حیدر علی آتش۔" (۲۴)

رشید حسن خاں نے صرف تاریخ ولادت سے متعلق چھپنے والی تمام معلومات کو بے حد احتیاط سے پرکھا ہے اور مستند حوالوں سے تحقیق کے بعد پیش کیا ہے۔

نسیم کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔خان رشید صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"۱۲۵۶ھ/۱۸۴۲ء میں امجد علی شاہ تخت نشین ہوئے ابھی جشنِ تاجپوشی ہی منایا جا رہا تھا کہ ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۳ء میں خود نسیم سورگ باش ہو گئے۔عاشق لکھنوئی نے تاریخ وفات کہی۔"(۲۵)

"کشیدہ آہ بگفت نسیمِ باغ جناں"۱۲۶۰ھ

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نسیم کی تاریخ ولادت ۱۸۴۳ء لکھتے ہیں۔(۲۶)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا ماننا ہے کہ "۱۸۴۴ء یا اس کے کچھ دنوں بعد انتقال کیا۔گویا صرف بتیس، تینتیس سال کی عمر پائی۔" (۲۶)

فرمان صاحب حواشی میں یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ بعض کتابوں میں دیا شنکر کا سالِ وفات ۱۸۴۳ء اور گلزارِ نسیم کی تصنیف کا سال ۱۸۳۳ء ظاہر کیا گیا ہے یہ درست نہیں ہے۔

اصغر حسین نظیر لدھیانوی لکھتے ہیں:"نسیمؔ ۱۸۴۳ء میں ۳۲ سال کی عُمر میں فوت ہوئے۔" ۲۷رشید حسن خاں مندرجہ بالا معلومات کے علاوہ نسیم کی تاریخِ وفات کے بارے میں کئی ایک مضامین اور معتبر حوالوں سے تحقیق کر کے اصل تاریخ وفات تک پہنچنے کی سعی کی ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں چکبستؔ کے اقوال کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کی آراء کو بھی تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں چکبست سے قدیم ماخذ ہمارے سامنے نہیں اور چکبست کے اپنے اقوال بھی اختلاف پیدا کرنے کا سبب بنے ہیں۔چکبست کے علاوہ انھوں نے عاشق لکھنوی کا مصرعِ تاریخ اور رشک لکھنوی کے کہے ہوئے قطعہ تاریخ کا بھی حوالہ دیا ہے۔اس لیے یہ مان لینا چاہیے کہ چکبست اور مختلف مضامین کے لحاظ سے انتقال کے وقت اُن کی عُمر چونتیس پینتس سال ہو گی۔چونکہ کسی واقعے کے سلسلے میں تاریخ اور مہینا معلوم نہیں اس لیے اس کا امکان رہے گا کہ تاریخ اور مہینا معلوم ہو جانے کی صورت میں ان تعینات میں چند ماہ کا یا اس سے کچھ زیادہ فرق رونما ہو سکتا ہے۔

اردو فارسی کی تعلیم صِغر سنی میں حاصل کی۔ بیس برس کی عُمر میں شعر و سُخن کا اچھا خاصا ذوق پیدا ہو گیا۔حیدر علی آتش بہت پسند

تھے اس لیے ان کی شاگردی اختیار کی۔روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ شاہی فوج میں ملازم تھے۔اُن کے مسلمان ہونے کے متعلق روایات تو ہیں مگر مآخذ کے حوالے نہیں ملتے۔نسیمؔ کے آگرہ کالج میں پروفیسر ہونے کی روایت بھی ملتی ہے مگر اس سلسلے میں کوئی معتبر حوالہ سامنے نہیں آیا۔

تصنیفات کے حوالے سے رشید حسن خاں، چکبست کی روایات کو مستند نہیں مانتے اُن کے مطابق نسیمؔ کی غزلوں سے متعلق چکبست نے روایات کی حیثیت کو مستند ثابت نہیں کیا۔اُن کی تصنیفات میں ایک مختصر سا دیوان ہے جو چھپ چکا ہے اور دوسری تصنیف گلزارِ نسیم ہے جس نے اُن کے نام کو اُردو ادب میں زندہ، جاوید بنا دیا ہے۔

مثنوی کا سالِ تکمیل ۱۲۵۴ھ ہے اور مثنوی کا سالِ طبع ۱۲۶۰ھ ہے۔

رشید حسن خاں نے "گلزار نسیم" سے متعلق ایک بہت اہم روایت کے متعلق سوال اُٹھایا ہے کہ یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا ہوا تھا یا نہیں۔مثلاً گلزارِ نسیم سے متعلق بہت سی قابلِ ذکر کتابوں اور چکبست کے دیباچہ "گلزارِ نسیم" میں یہ بات بڑی تفصیل سے بیان ہوئی ہے کہ جس وقت یہ مثنوی نسیمؔ نے لکھی اس کا حجم بہت زیادہ تھا اور آتش نے نسیم کو اختصار کا مشورہ دیا، کچھ اصلاحیں کیں، کانٹ چھانٹ کی اور آتش کی نظر ثانی کے بعد یہ مثنوی ایک مشاعرے میں پڑھی گئی اور بعد میں طبع ہوئی۔

رشید حسن خاں کے بقول:

"کہ توجہ سے دیکھا جائے تو مثنوی کے اشعار اپنے مطالب اور حُسن بیان کے ساتھ آپس میں اِس طرح پیوستہ ہیں کہ اگر ایک شعر بھی نکال دیا جائے تو پورا بیان بکھر جائے گا---یہ ماننا بے حد مشکل ہے کہ اس میں جگہ جگہ تبدیلیاں کی گئی ہیں پیوند کاری ہے۔مثنوی میں اتنا تسلسل اور روانی ہے کہ یہ پوری ایک سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے---

وہ مزید لکھتے ہیں کہ:

"یہ ہو سکتا ہے کہ مثنوی اصلاح کے لیے پیش کی ہو گی مگر یہ معلوم کرنے کی کوئی صورت نہیں کہ کس قدر اصلاح ہوئی تھی اور یہ کہ نسیمؔ نے اکثر اصلاحتیں نہیں مانی تھیں---"(۲۹)

انھیں یقین ہے کہ یہ مثنوی نسیمؔ نے اِسی طرح لکھی ہے اور آزاد کی روایت کے متعلق گیان چند نے جو لکھا ہے کہ یہ مثنوی آتش کے پاس اصلاح کے لیے گئی اور انھوں نے اسے مختصر کرنے کا مشورہ گیا اس کی کوئی صداقت نہیں۔اسی طرح اس بات میں بھی کوئی صداقت نہیں کہ مثنوی نسیمؔ کی نہیں آتش کی ہے۔یہ سب زبانی روایتیں ہیں۔تصدیق کے بغیر ان کو ہر گز قبول نہیں کرنا چاہیے۔

رشید حسن خاں کا یہ موٴقف ہے کہ کسی قدیم متن کی تدوین کے لیے یہ لازم ہے کہ اُس کے اہم نسخے کے عکس سامنے رہیں انھوں نے گلزارِ نسیم کی تدوین کے سلسلے میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے اور گلزارِ نسیم کے تمام نسخوں کے عکس سے استفادہ کیا ہے۔رشید حسن خاں اپنے مقدمہ اِن تمام نسخوں کا متعدد جگہ پر ذکر کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں:

"گلزارِ نسیم کی تدوین میں مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:
گلزارِ نسیم طبع اوّل، نسخۂ مطبع میسحائی، نسخۂ مطبع مصطفائی، نسخۂ چکبست، نسخۂ شیرازی، نسخۂ قاضی عبدالودود، نسخۂ اصغر، نسخۂ مذہب عشق، ریحان کی مثنوی، عزت اللہ کا فارسی متن، معرکۂ چکبست و شرر۔ان نسخوں کا اِسی ترتیب کے ساتھ تعارف کرایا جائے گا۔" (۳۰)

تدوین کا اولین مرحلہ تمام نسخوں کی فراہمی ہے۔گلزارِ نسیم کے سلسلے رشید حسن خاں نے تمام نسخوں کی فراہمی کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔اس کے بعد تدوین کے کام کا آغاز کیا۔اُن کے پیشِ نظر جو نسخے رہے انھوں نے ان سب کا تفصیلاً تعارف پیش کیا۔

گلزارِ نسیم: پہلی اشاعت]ح:]

یہ مثنوی پہلی بار ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ئ) میں لکھنوٴ کے مطبعِ حسنی میر حسن رضوی میں چھپی تھی۔اس اشاعت کے آخر میں دو قطعاتِ تاریخ شامل ہیں۔پہلا قطعہ خود نسیم کا ہے اور دوسرا مولوی کرامت علی اظہر کا، اس ایڈیشن میں کُل ۸۰ صفحات ہیں۔مثنوی صفحہ ۲ سے شروع ہو کر صفحہ ۷۷ پر ختم ہو جاتی ہے۔یہ ایڈیشن کم یاب ہے۔اِس کا ایک نسخۂ رام پور کی رضا لائبریری یں‌موجود ہے جس کا عکس رشید حسن خاں کے پاس موجود تھا۔وہ لکھتے ہیں: "متن میں کچھ اغلاطِ کتابت ایسی ہیں جو غلط نامے میں شامل نہیں۔" ۳۱انھوں نے ضمیمۂ تشریحات میں ایسے ہر شعر کے تحت اُن کی نشاندہی کر دی ہے۔

نسخۂ مطبع مسیحائی ۱۲۶۲ھ]م[نسخۂ مطبع مُصطفائی ۱۲۶۴ھ]لکھنوٴ:]

اس نسخے کا تعارف کرواتے ہوئے رشید حسن خاں بتاتے ہیں کہ گلزار نسیم کی اشاعت اول کے بعد سب سے قدیم نسخہ جو میری نظر سے گزرا وہ مطبع مسیحائی لکھنوٴ کا ہے۔یہ تین کتابوں کا مجموعہ ہے۔حوض میں گلزارِ نسیم کا متن ہے اور حاشیئے پر قصہ بہرامِ گور اور خِرد افزا کا متن بالترتیب چھپا ہوا ہے۔عبارتِ خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۲۶۲ھ کا چھپا ہوا ہے اس نسخے کا متن اشاعت اول کے مطابق ہے۔

مطبع مصطفائی ۱۲۶۴ھ میں چھپا۔اس نسخے میں ایک شعر ایسا ہے جو نسخہ طبعِ اول میں اور نسخۂ چکبست میں موجود نہیں۔نسخۂ مسیحائی میں بھی نہیں ہے۔اس کی نشاندہی ضمیمۂ تشریحات میں کر دی گئی ہے۔

نسخۂ چکبست]ک:]

پنڈت برج نراین چکبست نے مثنوی گلزارِ نسیم کا ایک خوبصورت ایڈیشن شائع کیا جس کا ایک نسخہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔اس کا عکس رشید حسن خاں کے پاس بھی ہے۔اس نسخے پر سالِ طبع موجود نہیں ہے۔"معرکہ چکبست و شرر" کے دیباچے میں لکھا ہے:

"جنوری فروری ۱۹۰۵ء میں گلزارِ نسیم کا نیاء ایڈیشن شائع ہوا۔مارچ اور اپریل ۱۹۰۵ء کے دل میں گداز مولوی عبدالحلیم شرر صاحب نے اس نئے ایڈیشن کا ریویو شائع کیا۔" (۳۲)

چکبست کے مطابق انھوں نے اس مثنوی کی اشاعتِ اوّل پر اپنے متن کی بنیاد رکھی ہے۔رشید حسن خاں لکھتے ہیں کہ اس نسخے پر بہت سے لوگوں نے اپنی آراء کا اظہار کیا ہے مگر اس متن کا اصل نسخے سے کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔جب رشید حسن خاں نے اس کا جائزہ لیا تو مختلف قسم کی اغلاط سامنے آئیں مثلاً

☆ متعدد مقامات پر اصل متن کو بدلا گیا ہے۔

☆ شعر کی قرأت صحیح طریقے سے نہیں کر سکے۔

☆ کتابت اور طباعت کے حُسن کے باوجود اس کو معتبر ایڈیشن نہیں کہا جا سکتا۔

بعد ازاں انھوں نے ضمیمۂ تشریحات میں ایسے جملہ اشعار کی نشاندہی کر دی ہے۔املا، قواعد اور گرائمر کے حوالے سے بھی اغلاط کو پیش کیا ہے۔

☆ اشاعتِ اوّل کی طرح اس میں بھی آخر میں لفظ میں واقع نون غنہ پر ہر جگہ نقطہ ملتا ہے۔

☆

اعراب بالحروف کے طور پر اظہارِ پیش (و) کے لیے بہت سے مقامات پر واو ملتا ہے۔ایسا بھی ہے کہ ایک ہی لفظ کہیں مع واوَ ہے اور کہیں بغیر واوَ۔

آخر لفظ میں واقع یائے معروف و مجہول کی صورت نگاری میں متعارف امتیاز کو بہ طورِ عموم ملحوظ رکھا گیا ہے۔جائے، آئے جیسے افعال میں ے پر کہیں ہمزہ ہے کہیں نہیں۔اشعار میں بھی صورت ہے۔

☆ اضافت کے زیر کہیں ہیں، کہیں نہیں۔

☆ تشدید کہیں ہے کہیں نہیں۔

☆ پُرانی روایت کے مطابق مطبعے کی طرف سے عبارت خاتمت الطبع موجود نہیں۔

☆ غلط نامہ بھی موجود نہیں۔

نسخۂ شیرازی:

معرکہ چکبست و شرر کے آخر میں گلزارِ نسیم کا متن بھی شام ہے۔یہ متن ''مرزا محمد شفیع شیرازی'' کا مرتب کردہ ہے۔اس نسخے کے بہت سے صفحات پر مختصر یا مفصل حواشی بھی ہیں۔مرتب نے حواشی میں کہیں تو مفہوم کی وضاحت کی ہے، کہیں کسی نکتے کی طرف متوجہ کیا ہے اور کہیں شاعر کے اندازِ بیان کی توجیہہ کی ہے۔انھوں نے شاعر پر براہِ راست اعتراض کرنے کے بجائے بالواسطہ طریقہ اختیار کیا ہے۔یہ کہہ کر کہ شاعر نے تو یوں لکھا تھا اُسے بدل دیا گیا یا وہ بدل گیا۔انھوں نے دراصل اپنی اصلاحیں پیش کی ہیں۔جہاں انھوں نے خیال کیا کہ اس مصرعے کو یوں ہونا چاہیے تھا، یا یہ کہ یہاں یہ لفظ ہونا چاہیے تھا، وہاں اس مصرعے یا لفظ پر نشان بنا کر، حاشیئے میں اپنی اصلاح درج کر دی ہے۔پورا معرکۂ چکبست و شرر اُن کے سامنے تھا۔اُن کا متن کسی ایک نسخے پر مبنی معلوم نہیں ہوتا۔

نسخۂ قاضی عبدالودود:

قاضی عبدالودود صاحب نے پروفیسر مسعود حسن رضوی کی فرمائش پر گلزارِ نسیم کو مرتب کیا، اس مثنوی کا مکمل مسودہ قاضی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا رضوی صاحب کے پاس موجود تھا۔نیرّ صاحب (رضوی صاحب کے بیٹے) نے اس کی بابت رشید حسن خاں صاحب کو مطلع کیا

کہ یہ نسخہ جس کی کتابت مسعود حسن صاحب کی زیرِ نگرانی لکھنؤ کے نامی خطاط ریاض الحسن نے کی ہے۔ قاضی صاحب اس کا مقدمہ نہیں لکھ سکے اس لیے مسعود صاحب نے اس کی اشاعت کا ارادہ ترک کر دیا اور کتابت شدہ کاپیاں، قاضی صاحب کے مسودے کے ساتھ میر حسن نورانی کو دے دیں۔ قاضی صاحب کے ہاتھ کا لکھا یہ متن امیر حسن صاحب نے عابد رضا بیدار صاحب کو دے دیا اور اس طرح یہ مسودہ خدا بخش لائبریری میں محفوظ ہو گیا۔اس مسودے کا عکس بیدار صاحب نے رسالہ معیار و تحقیق (پٹنہ) کے پہلے شمارے بابت سال ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔

رشید حسن خاں نے اس عکس کو پیش نظر رکھا اور فہرست مآخذ میں شامل کیا ہے۔چونکہ یہ متن قاضی صاحب کے ہاتھ کا ہے اس لیے اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ مگر مقدمہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہو پایا کہ یہ نسخہ مرتب کرتے ہوئے قاضی صاحب کے سامنے کون کون سے نسخے موجود تھے اور یہ کہ تدوینِ متن میں کیا طریقۂ کار اپنایا ہے۔رشید حسن خاں نے نہایت جانفشانی سے اس کا تقابلی جائزہ لیا اور نتیجہ نکالا ہے کہ قاضی صاحب کے پیشِ نظر گلزارِ نسیم کی اشاعت اول]ح[اور نسخۂ چکبست]ک[دونوں تھے۔اور کہیں کہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ بھی کئی ایک نسخے ان کے سامنے تھے۔

☆　کہیں لگتا ہے کہ انھوں نے بہ طورِ عموم ح کے متن کو ترجیح دی ہے اور کہیں لگتا ہے اس سے انحراف بھی کیا ہے۔
☆　بعض جگہ اصل متن میں دانستہ ترمیم کی گئی ہے اور فارسیِ جدید کی تقلید میں کچھ الفاظ کا املا بدلا گیا ہے۔
☆　ایک دو جگہ لغزشِ قلم کی بھی نشاندہی کی ہے جو ضمیمۂ تشریحات میں موجود ہیں۔

اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

یادگارِ نسیم (یادگار):

مثنوی گلزارِ نسیم اصغر گونڈوی نے یادگارِ نسیم کے نام سے مرتب کی۔یہ مثنوی انڈین پریس لمیٹڈ الہٰ آباد سے شائع ہوئی تھی۔نسخہ پر سالِ اشاعت ۱۹۳۴ء درج ہے۔مگر یہ صراحت نہیں ملتی کہ یہ اشاعتِ اوّل ہے۔رشید حسن خاں اصغر گونڈوی کے مفصل مقدمہ کی بہت تعریف کرتے ہیں۔

☆　مرتب نے دقتِ نظر کے ساتھ محاسن کو نمایاں کیا ہے جو طالبعلموں کے لیے مفید ہے۔
☆　انتخابِ دیوانِ نسیم بھی آخر میں شامل کیا گیا ہے۔

حواشی میں کچھ مشکل الفاظ کے معنی لکھے گئے ہیں اور بعض اشعار کے تحت صنائع کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے مثنوی سے حذف کردہ اشعار کی نشاندہی کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"مثنوی میں سے بہت سے اشعار حذف کر دیئے گئے ہیں جنھیں آج کل کے معیارِ تہذیب سے گرا ہوا سمجھا گیا اور اُن کا مفہوم نثر میں لکھ کر تسلسل برقرار رکھا ہے۔مگر اس کوشش میں بہت سے ایسے اشعار بھی حذف کر دیئے گئے ہیں جن میں بہ ظاہر کسی طرح کی فحاشی نظر نہیں آتی بلکہ وہ اندازِ بیان کے لحاظ سے حُسنِ بیان سے معمور ہیں۔"(۳۳)

اس کی وضاحت رشید حسن خاں نے یوں دی ہے کہ یہ ایڈیشن ہندستان اکیڈمی الہٰ آباد کی فرمائش پر مرتب کیا گیا تھا یہ ایڈیشن طلبہ

کے لیے تھا اگر یہ درست ہے تو اس کا امکان ہے کہ قطع و برید کا یہ عمل اکیڈمی کے ہدایت نامے کے مطابق عمل میں آیا ہو۔

جو اشعار نسخے سے حذف کیے گئے ہیں رشید صاحب نے ضمیمہ تشریحات میں ان کی نشاندہی کر دی ہے۔یہ بات مرتب نے نہیں لکھی کہ انھوں نے کس نسخے پر اپنے متن کی بنیاد رکھی ہے یہ محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے کسی ایک نسخے پر انحصار نہیں کیا۔

رشید حسن خاں کے مطابق متن اور حواشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُن کے پیشِ نظر شاید نسخۂ چکبست تھا۔نظامی پریس کان پور کی چھپی ہوئی مثنوی بھی اُن کے سامنے تھی۔ایک دو جگہ پر شرر کے اعتراضات سے متاثر ہو کر شرر کے اصلاح متن کو بھی ترجیح دی گئی ہے۔رشید حسن خاں کے پاس نظامی پریس کان پور کی چھپی ہوئی مثنوی کا عکس تھا۔

فارسی متن:

عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کے متعلق رشید حسن خاں نے مکمل تفصیلات فراہم کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ فارسی متن قصہ گل بکاؤلی کی قدیم ترین روایت ہے اور یہ اب تک نہیں چھپا ہے۔اس کے چھے خطی نسخے ان کی علم میں ہیں۔دو نسخے انڈیا آفس لائبریری میں (لندن) دو نسخے برلن کے کتاب خانے میں ہیں۔ایک نسخہ کلکتے کی ایشیاٹک سوسائٹی اور ایک نسخہ خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹینز میں ہے۔

رشید حسن خاں کے پاس کلکتے اور پٹنے کے دونوں نسخے اور انڈیا آفس لائبریری لندن کے دو نسخوں میں سے ایک بہتر نسخہ نمبر ۸۲۸ کا عکس موجود تھا۔تدوینِ گلزارِ نسیم میں انھوں نے عزت اللہ کے یہ تینوں فارسی متون کو سامنے رکھا۔

مذہبِ عشق:

منشی نہال چند لاہوری نے گل کرسٹ کی فرمائش پر عزت اللہ بنگالی کے لکھے ہوئے گلِ بکاؤلی کے فارسی قصے کا اُردو ترجمہ کیا اس کا نام "مذہبِ عشق" تھا یہ پہلی اشاعت اس قدر کم یاب ہے کہ اسے رشید حسن خاں صاحب نے بھی نہیں دیکھا۔۱۹۶۱ء میں شائع ہونے والا نسخہ جسے خلیل الرحمان داؤدی نے مرتب کیا تھا ضرور دیکھا ہے۔اس کے خطی نسخے متعدد کُتب خانوں میں دستیاب ہیں۔صرف خدا بخش لائبریری پٹنہ میں اس کے دس قلمی نسخے ہیں۔یہ نسخہ کئی بار چھپ چکا ہے اور بہت مقبول ہے اس کا قدیم ترین مکتوبہ ۱۲۳۳ھ ہے۔

مذہبِ عشق اور عزت اللہ کے فارسی متن کے بارے میں یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ نہال چند نے عزت اللہ کے کسی فارسی نسخے کو ترجمے کی بنیاد بنایا تھا۔مذہب اور فارسی متن میں اختلافات ملتے ہیں۔

ریحان کی مثنوی باغِ بہار:

رشید حسن خاں نے گلزارِ نسیم کی تدوین کے سلسلے میں چھوٹی سے چھوٹی معلومات کو بھی معمولی نہیں سمجھا۔اِسی سلسلے کی ایک کڑی ریحان کی مثنوی باغ و بہار ہے۔باغِ بہار کا مفصل تعارف پیش کیا ہے۔اس مثنوی کے متعلق رشید حسن خاں نے ڈاکٹر گیان چند جین کی کتاب "اُردو کی نثری داستانیں" اور سید خورشید علی، کے مضمون کے حوالے دیئے ہیں۔باغِ بہار کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ اس مثنوی کا مآخذ بھی عزت اللہ کا فارسی متن ہے۔معلومات کے مطابق اس کے شاعرِ کا نام "ریحان الدین" تھا اور وہ لکھنوی تھا۔اس نے گل بکاؤلی کے نثری قصے کو مثنوی میں ڈھالا ہے۔

رشید حسن صاحب نے مثنوی کے شاعر کا نام، تاریخ تصنیف، مثنوی کا نام اور قصے کے مآخذ تک پہنچنے کے لیے تمام معتبر و مستند مآخذات تک رسائی کی۔اُن کے پاس اس مثنوی کا وہ نسخہ بھی موجود تھا جو کراچی کے نیشنل میوزیم میں محفوظ ہیں۔انھوں نے اس مثنوی سے متعلق تمام معلومات اسی نسخے کو سامنے رکھ کر حاصل کیں۔یہ مثنوی ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

"شاعر کا نام "ریحان"مثنوی میں بہ طورِ تخلص آیا ہے اصل نام کہیں نہیں لکھا۔اس مثنوی کا نام 'باغِ بہار" مشہور ہے جو قیاسی نام ہے۔اس مثنوی کی زبان اور بیان میں اس قدر خامیاں ہیں کہ شاعر کے لکھنوی ہونے پر شک پیدا ہوتا ہے۔اس کی تاریخ "باغِ بہار" ہے جس سے ۱۲۱۱ھ برآمد ہوتا ہے۔"

باغِ بہار اور مذہبِ عشق:

رشید حسن خاں نے ریحان کی مثنوی "باغِ بہار" اور نہال چند لاہوری کی "مذہب عشق" کا تقابلی جائزہ بھی لیا ہے۔مذہب عشق عزت اللہ کے فارسی متن کا ترجمہ ہے اور ریحان کی مثنوی کے متعلق بھی یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس کا مآخذ بھی عزت اللہ کے فارسی متن ہے۔مگر رشید حسن خاں یہ بات درست نہیں مانتے۔انھوں نے "باغِ بہار" کے نسخے سے وہ تمام باتیں سامنے نکالی ہیں جو اصل قصے کے مطابقت نہیں رکھتی۔'ریحان' نے اصل واقعات میں بہت سی تفصیلات کے اضافے کیے ہیں جو غیر ضروری اور بے جوڑ ہیں۔قصے میں ترامیم کی گئی ہیں۔ریحان کی باغِ بہار اور اصل فارسی متن میں اختلاف ہے۔

باغِ بہار اور گلزارِ نسیم:

نسیمؔ نے مآخذ کے طور پر صرف اُردو کے نثری قصے 'مذہب' کا ذکر کیا ہے لیکن ریحان کی باغِ بہار بھی اُن کے سامنے تھی۔رشید حسن خاں کی تحقیق کے مطابق یہ کہنا بالکل درست نہیں ہے کہ مثنوی "باغِ بہار" کا نقشِ ثانی ہے کیونکہ تقابلی جائزے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نسیمؔ کا بیان کہیں تو باغِ بہار سے مطابقت رکھتا ہے اور کہیں نہیں رکھتا۔بہت سے مقامات پر گلزارِ نسیمؔ، "باغِ بہار اور مذہب" دونوں سے مختلف ہے۔

معرکہ چکبست و شرر:

رشید حسن خاں صاحب نے گلزارِ نسیم کی تدوین کے سلسلے میں جن نسخوں کو اپنے سامنے رکھا ان میں برج نرائن چکبست کی مثنوی گلزارِ نسیم بھی شامل ہے۔چکبست نے ۱۹۰۵ء میں گلزارِ نسیم کا ایڈیشن شائع کیا اس پر مفصلِ مقدمہ لکھا۔اور اس مثنوی کے محاسن کو نمایاں کیا۔رشید حسن خاں اس مجموعے کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔انھوں نے اپنی کتاب میں معرکہ چکبست و شرر کے عنوان سے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اس کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اور ضروری حقائق سامنے لائے ہیں۔انھوں نے معرکہ چکبست و شرر کا پس منظر مکمل جزئیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔

چکبست کے مقدمہ میں نسیم کی طرف داری کا رنگ جھلکتا تھا شرر نے اپنے رسالے "دلگداز" میں اُس پر تبصرہ کیا جو دو قسطوں میں

اس رسالے کے شمارۂ مارچ، شمارۂ اپریل ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا پھر جولائی میں مزید اعتراضات پر مشتمل شرر کا مضمون تیسری قسط کے طور پر شائع ہوا۔چکبست نے اس تبصرے کی پہلی دو قسطوں کا مکمل و مفصل جواب لکھا، جو حسرت موہانی کے رسالے اُردوئے معلی (علی گڑھ) کے شمارہ جولائی ۱۹۰۵ء میں شایع ہوا۔

رشید حسن خاں نے اس معرکے کی تمام تر تفصیلات بتانے کے بعد اپنے طور پر اس بحث کو اس طرح سمیٹا ہے کہ:

"شرر کے اعتراضات اور چکبست کے جوابات کے سلسلے میں یہ بات ہمارے ذہن میں ضرور رہنا چاہیے کہ جس طرح شرر کے سب اعتراض درست نہیں تھے، اُسی طرح چکبست کے سارے جوابات بھی قابلِ تسلیم نہیں تھے چکبست کی ایک غلطی یہ تھی کہ انھوں نے ہر اعتراض کا جواب دینا چاہا اور اس کے لیے مناسب و غیر مناسب ہر انداز سے کام لیا۔۔۔شرر کے تبصرے میں ان فرضی روایتوں کی کارفرمائی شامل تھی جو چکبست کے مضامین میں سامنے آئی تھیں۔"(۳۴)

طریقِ کار:

رشید حسن خاں نے اپنے مقدمے میں متعدد جگہوں پر گلزارِ نسیم کے نسخوں کا ذکر کیا ہے۔گلزارِ نسیم کے متن کی بنیاد اس مثنوی کے نسخۂ طبع اوّل (مطبعِ حسنی میر حسن رجوی، لکھنؤ، سالِ طبع: ۱۲۶۰ھ) پر رکھی گئی ہے۔مصنف کی زندگی کی یہ پہلی اور آخری کتاب ہے اسی بناء پر اِسے رشید حسن خاں نے متن کی اساس بنایا۔

اس نسخے کے متن میں کتابت کی بہت سی غلطیاں تھیں۔اشاعت کے آخر میں دیئے گئے غلط نامہ میں بہت سی غلطیاں شامل نہیں حالانکہ یہ سب نہایت واضح اغلاط ہیں۔رشید حسن خاں نے ان کی تصحیح کے سلسلے میں نسخۂ مسیحائی سے مدد لی اور احتیاطاً نسخۂ مطبعِ مصطفائی کو بھی سامنے رکھا ہے۔اس اشاعت کے آخر میں دیے گئے غلط نامے میں شامل اغلاط کے علاوہ ان غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو متن کی کتابت میں تو ہیں مگر غلط نامے میں شامل نہیں ہیں۔اشعار کے شروع میں نمبر شمار ڈالے ہیں تاکہ ضمیمۂ تشریحات میں زیرِ بحث اشعار کو باآسانی تلاش کیا جا سکے۔اس طرح متعلقہ شعر کو نقل کرنا ضروری نہیں رہا۔ضمیموں اور مقدمے میں اکثر متعلقہ کتابوں کا پورا نام لکھنے کے بجائے علاقی نام لکھا گیا ہے مثلاً:

گلزارِ نسیم، طبعِ اوّل

:ح

۷۔معرکہ چکبست و شرر

:معرکہ

مطبعِ مسیحائی

:م

۸۔مذہبِ عشق

:مذہب
نسخۂ چکبست
:ک
۹۔فرہنگِ آصفیہ
:آصفیہ
نسخۂ شیرازی
:ش
۱۰۔نوراللغات
:نور
نسخۂ قاضی عبدالودود
:ق
۱۱۔غیاث اللغات
:غیاث
نسخۂ اصغر گونڈوی (یاد گارِ نسیم)
:یاد گار

واضح اغلاطِ کتابت کی تصحیح کی گئی ہے اور ہر تصحیح سے متعلق ضمیمۂ تشریحات میں ضروری تفصیل دی گئی ہے۔ضمیمہ، تلفظ و املا میں ایسے لفظوں کے متعلقات کی نشاندہی کی گئی ہے جس کو کاتب نے مقامات پر کئی طرح لکھا ہے۔

علامتوں کے انتخاب میں اس تصور کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ وہ کم سے کم ہوں اور صرف ان مقامات پر شامل کیا گیا جہاں اُن کا آنا ضروری سمجھا گیا ہے۔توقیف نگاری کا اہتمام بھی کیا گیا ہے رموز اوقاف کی پابندی کو ملحوظ رکھا ہے، باغ و بہار اور فسانۂ عجائب میں بھی اِسی نظامِ املا و علامات کو اختیار کیا گیا ہے۔ضروری الفاظ پر اعراب بھی لگائے گئے ہیں۔متن کے بعد دو ضمیمے شامل کئے گئے ہیں ایک ضمیمہ تلفظ و املا اور دوسرا ضمیمہ تشریحات، معرکہ چکبست و شر کی تفصیل پیش کی ہے۔رشید حسن خاں نے طریق کار میں اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اس کتاب میں ''الفاظ و طریقِ استعمال'' کا ضمیمہ شامل نہیں ہے۔ضمیموں کے بعد فرہنگ ہے۔آخر میں عزت اللہ بنگالی کا متن شامل کیا گیا ہے، یہ فارسی متن اب تک چھپا نہیں تھا اور اب تک کی معلومات کے مطابق یہ اس قصے کی قدیم ترین معتبر تحریری روایت ہے۔

آخر میں رشید حسن خاں نے ان حضرات کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں اُن کی مدد کی۔مشکلات کا ذکر

بھی ہے اور دوستوں کی نسخوں کی فراہمی کے سلسلے میں کی جانے والے کوششوں کا احوال بھی دیا ہے۔وہ بتاتے ہیں کہ گلزارِ نسیم کی اشاعتِ اوّل اور نسخہ چکبست یہ دونوں کم یاب کتابیں ہیں اس کا پہلا ایڈیشن موجود نہیں تھا مؤخر ایڈیشن تھا۔اس کے دو نسخوں کے عکس رضا لائبریری رام پور میں محفوظ تھے جو ان کے دوست ڈاکٹر شعائر اللہ خان نے فراہم کیے۔نسخۂ مطبع مسیحائی اور یاد گارِ نسیم، انجمن ترقی اردو (نئی دہلی) سے ایم۔ حبیب خاں صاحب نے مہیا کیں۔مذہب عشق کا پُرانا نسخہ عزیزہ منصورہ احمد نے بہت مشکل سے بہم پہنچایا۔عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کا عکس ان کے ایک کرم فرما جناب سالک لکھنوی نے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے بہت مشکل سے حاصل کر کے بھیجا۔

عزت اللہ کے فارسی متن کا ایک اور نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں تھا جو ڈاکٹر عابد رضا بیدار کی وساطت سے مل گیا۔اسی نسخے کا عکس انڈیا آفس لندن کی لائبریری سے اطہر فاروقی لے کر آئے۔ان تینوں نسخوں کی مدد سے ہی فارسی متن کی تصحیح ممکن ہو سکی۔

ریحان کی مثنوی کا عمدہ نسخہ کراچی نیشنل میوزیم سے مشفِق خواجہ صاحب نے روانہ کیا۔

گلزارِ نسیم کا متن:

مقدمے کے بعد گلزارِ نسیم کے متن سے پہلے گلزارِ نسیم طبع اوّل کے سرِ ورق کے پہلے صفحے کا عکس دیا ہے۔اس کی پیشانی پر ”افوض امری الی اللہ“ تحریر ہے۔اس کے آخر میں ”مطبع حسن میر حسن رضوی زیورِ طبع پوشید“ رقم ہے۔

ضمیمہ جات:

کتاب میں دو ضمیمے شامل ہیں جس میں پہلا ضمیمہ تشریحات سے متعلق ہے۔اشعار کے شروع میں نمبر شمار ڈالے گئے جن کی مدد سے ضمیمہ تشریحات میں زیرِ بحث اشعار کو بہ آسانی تلاش کیا جا سکتا ہے اس طرح متعلقہ اشعار کو نقل کرنا ضروری نہیں رہا۔ضمیموں اور مقدمے میں اکثر متعلقہ کتابوں کا پورا نام لکھنے کے بجائے علامتی نام لکھا گیا ہے۔

دوسرا ضمیمہ تلفظ اور اِملا کے مباحِث سے متعلق ہے۔تلفظ کے حوالے سے دیئے گئے ضمیمے میں الفاظ کی ترتیب میں لغت کی ترتیب کا خاص خیال رکھا گیا ہے تلفظ کے حوالے سے وضاحت طلب لفظوں پر اعراب لگائے گئے ہیں اور حواشی میں اس کی وضاحت کی گئی ہے جس سے قرأت متن آسان اور درست ہو جاتی ہے۔

فرہنگ:

مفصل فرہنگ بھی کتاب میں شامل ہے۔تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ان الفاظ کو حروفِ تہجی کے مطابق ترتیب دے کر ان کے وہی معنی بیان کیے ہیں جن معنوں میں وہ اس مقام پر آیا ہے۔ان میں محاورات اور وہ تمام ضرب الامثال بھی شامل ہیں جو گلزارِ نسیم کے متن کا حصہ ہیں۔خاص خاص الفاظ کے سامنے اس صفحے کا نمبر بھی دیا ہے۔حواشی میں فارسی اشعار کو واضح کر کے لکھا ہے یعنی اصل ترتیب سے جیسا وہ ہے۔جن نسخوں میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں اُن کا نام بھی لکھا ہے۔

فارسی متن:

مصنف: عزت اللہ بنگالی:

فرہنگ کے بعد عزت اللہ بنگالی کا فارسی متن شامل کیا ہے یہ فارسی متن اب تک کہیں نہیں چھپا۔اس متن تک رسائی میں رشید حسن خاں نے بہت انتظار، صبر اور محنت کی ہے۔اصل نسخوں کے عکس حاصل کرنے کے بعد ہی اس متن کی تصحیح کر کے پیش کیا ہے۔اس متن میں حواشی کے اندر اُن تمام اغلاط، کمی بیشی، الحاق و ترمیم کی نشاندہی کی ہے جو اب تک اس میں ہوتی رہی ہے۔یہ فارسی متن ۶۰۳ صفحے سے ۷۲۲ تک ہے۔

گلزارِنسیم، رشید حسن خاں کا ایک اہم تدوینی کارنامہ ہے اُن کے نزدیک تدوین کا مقصد کسی متن کو اس طرح پیش کرنا ہے جس طرح مصنف نے اِسے آخری بار لکھا تھا یہی متن کی بازیافت ہے۔گلزارِ نسیم کی تدوین میں جس طرح محنت، جدوجہد اور صبر سے کام لیا ہے اس سے رشید حسن خاں کے تدوینی اصولوں پر عمل کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔مصنف، تصنیف، زبان و املا، عہد سے متعلق واقفیت تدوین کی اہم ضرورت ہے۔حواشی، ضمیمہ، فرہنگ کی ضرورت و اہمیت کو سمجھنا مدون کی ذمہ داری ہے اور رشید صاحب اس ذمہ داری سے پوری طرح عہدہ برآ ہوئے ہیں۔وہ قدیم متون جو تدوین کے بغیر چھپ گئے تھے ان میں غلطیاں بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں۔الحاقی کلام کا مسئلہ بھی بہت زیادہ ہے۔رشید حسن خاں نے جتنی بھی کتابیں اب تک مدون کی ان کی اغلاط کی نشاندہی کی اور تصحیح و ترتیب دے کر منشائے مصنف تک لے کر گئے ہیں۔

انھوں نے ہر صورت میں اشاعتِ اول کو متن کی بنیاد بنایا ہے کلام کی تاریخی ترتیب اور صحتِ متن کا خیال رکھا ہے۔نسخوں کے اختلاف کی نشاندہی کی ہے۔شرح اور ضروری حواشی کے لحاظ سے یہ بہت سی تدوینی کاوشوں پر بھاری ہے۔مثنوی گلزارِ نسیم پر عالمانہ نظر رشید حسن خاں کا ایک قابلِ فخر اور نا قابلِ فراموش کارنامہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔　جمیل جالبی، ڈاکٹر، معاصرِ ادب، سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور ۱۹۹۱ئ، ص:۵۲

۲۔　نور الحسن، نیرّ ، مرتبہ "نور اللغات"، جلد دوم، اسلام آباد: ۱۹۸۵ئ، ص:

۳۔　رشید حسن خاں، گلزارِ نسیم، نئ دہلی: انجمن ترقی اُردو (ہند)، ۱۹۹۵ئ، ص:۸۶

۴۔　رشید حسن خاں، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ، الفیصل ناشران،لاہور نومبر ۲۰۰۳ئ، ص:۹۶

۵۔　باغ و بہار، سنگِ میل پبلی کیشنزلاہور،، ۱۹۹۲ئ، ص:۱۴

۶۔　رشید حسن خاں (مرتبہ) مقدمہ گلزارِ نسیم، انجمن ترقی اُردونئ دہلی (ہند)، ۱۹۹۵ئ، ص:۱۲

۷۔　ایضاً، ص:۴۳

۸۔　رشید حسن خاں (مرتبہ) مقدمہ گلزارِ نسیم، نئ دہلی (ہند): انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۵ئ، ص:۵۱

۹۔　ایضاً، ص:۱۵۷

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۵۸

۱۱۔ ایضاً، ص:۳۱۹

۱۲۔ ایضاً، ص:۳۲۰

۱۳۔ ایضاً، ص:۳۲۰

۱۴۔ ایضاً، ص:۳۲۰

۱۵۔ اصغر حسین، مثنوی گلزارِ نسیم، عشرت پبلشنگ ہاؤس لاہور، (س ن)، ص:۵

۱۶۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو کی بہترین مثنویاں، لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۱۹۹۳ئ، ص:۸۴۔۸۳

۱۷۔ ایضاً، ص:۸۴

۱۸۔ ایضاً، ص: ۸۵

۱۹۔ رشید حسن خاں (مدون)، مقدمہ گلزارِ نسیم، نئی دہلی (ہند): انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۵ئ، ص:۵۳

۲۰۔ ایضاً، ص:۵۳

۲۱۔ ایضاً، ص: ۵۳

۲۲۔ ایضاً، ص:۵۳

۲۳۔ ایضاً، ص:۵۳

۲۴۔ ایضاً، ص:۵۳

۲۵۔ خان رشید، اُردو کی تین مثنویاں (تنقید و تبصرہ)، ایجو کیشنل بُک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۲ئ، ص:۱۵۷۔۱۵۶

۲۶۔ گوپی چند نارنگ، ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اُردو مثنویاں، لاسنگِ میل پبلی کیشنز، ہور، ۲۰۰۳ئ، ص:۳۱۹

۲۷۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو کی بہترین مثنویاں، نذیر سنز پبلشرز لاہور، ۱۹۹۳ئ، ص:۸۲

۲۸۔ اصغر حسن، مثنوی گلزارِ نسیم، عشرت پبلشنگ ہاؤس لاہور، (س ن)، ص:۶

۲۹۔ رشید حسن خاں (مدون)، مقدمہ گلزارِ نسیم، انجمن ترقی اُردو، نئی دہلی (ہند) ۱۹۹۵ئ، ص:۶۳

۳۰۔ ایضاً، ص:۶۷

۳۱۔ ایضاً، ص:۶۴

۳۲۔ ایضاً، ص:۷۲

۳۳۔ ایضاً، ص:۸۰۔۸۱

۳۴۔ ایضاً، ص:۱۴۰

کتابیات

۱۔ اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی، مثنوی گلزارِ نسیم، لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس ، (س ن)

۲۔ باغ و بہار، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر ،معاصرِ ادب، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء

۴۔ خان رشید، اُردو کی تین مثنویاں (تنقید و تبصرہ)، علی گڑھ: ایجوکیشنل بُک ہاؤس، ۱۹۹۲ء

۵۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو کی بہترین مثنویاں، لاہور: نذیر سنز پبلیشرز، ۱۹۹۳ء

۶۔ گوپی چند نارنگ، ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اُردو مثنویاں، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء

۷۔ نورالحسن، نیئر، مرتبہ "نوراللغات"، جلد دوم، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

۸۔ رشید حسن خاں(مرتبہ)، مقدمہ گلزارِ نسیم، نئی دہلی (ہند): انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۵ء

۹۔ رشید حسن خاں، ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ، لاہور: الفیصل ناشران، نومبر ۲۰۰۳ء